تفسير آية من سورة يونس

سورہ یونس کی ایک آیت کی تفسیر

وصی اور سفیر امام مہدی (علیہ السلام)
سید احمد الحسن (علیہ السلام)

پہلی اشاعت: 20.05.2025

بِسْمِ الله الرّحمنِ الرّحيمِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«وَجَاوَزْنَا بِبَنِى إِسْرائيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْياً وَعَدْواً حَتّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلّا الّذِى آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرائيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ»

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا ظلم اور زیادتی کی نیت سے، یہاں تک کہ جب غرق ہونے کا درک کیا، تو فرعون نے کہا: میں ایمان لایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں مسلمان ہوں.

(سورہ یونس، آیت 90)

بِسْمِ اللهِ الرَّحمنِ الرَّحيمِ

والحمد لله رب العالمين

وصلى الله على محمد وآل محمد الأئمة والمهديين وسلم تسليماً

(ابْنَ آدَمَ اُذْكُرْنِى حِينَ تَغْضَبُ أَذْكُرْكَ حِينَ أَغْضَبُ فَلاَ أَمْحَقْكَ فِيمَنْ أَمْحَقُ، فَإِذَا ظُلِمْتَ بِمَظْلِمَةٍ فَارْضَ بِانْتِصَارِى لَكَ فَإِنَّ انْتِصَارِى لَكَ خَيْرٌ مِنِ انْتِصَارِكَ لِنَفْسِكَ).

(اے فرزند آدم! مجھے اپنے غصے کے وقت یاد کر، تاکہ میں اپنے غصے کے وقت تجھے یاد کروں پھر تجھے اُن لوگوں میں شامل نہیں کروں گا جنھیں میں ہلاک کرتا ہوں۔ اور اگر تم پر ظلم کیا جائے، تو میری مدد پر راضی ہو جاؤ کیونکہ میری مدد تیرے لیے، تیری اپنی مدد سے بہتر ہے).[1]

(اللهم أنا العَبدُ المِسكين الضّعيف المُستضعَف رَضيتُ بِانتصارِك لى مِمّن ظَلَمَنى)

یا اللہ! میں، تیری کمزور، بے چیز، اور ناتواں بندہ ہوں، میں نے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے مقابلے میں تیری مدد پر راضی ہو کر سکون پایا ہے.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

«وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ * وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ».[2]

(اور کافران جب قرآن کو سنتے ہیں، قریب تھا کہ تمھیں اپنی نظریں گھما کر گرا دیتے، اور کہتے ہیں کہ وہ یقیناً دیوانہ ہے، حالانکہ قرآن تو تمام جہانوں کے لیے صرف ایک ذکر (نصیحت) ہے).

---

[1] - الکافی: ج2 ص304، دعائم الإسلام: ج2 ص537.

[2] - القلم: 51 - 52.

آیت کے معنی بیان کرنے سے پہلے

اول: میں صرخی کے کچھ الفاظ نقل کرتا ہوں جنہوں نے مجھے (سخت الفاظ میں) حملہ کیا ہے:

(اس طرح، دعویٰ کرنے والے نے عقل اور عقلمندوں، عرف اور اہل عرف، اور صحیح الفطرت انسان اور انسانیت سے مخالفت کی ہے... یہ جاہل، ظالم دعویٰ کرنے والا... یہ باطل، فاسد، گمراہ، اور گمراہ کن دعوت کو دعویٰ کرتا ہے... اس دعویٰ کرنے والے کے فکر، عقل، دل اور جان میں بے ارزشی، بیوقوفی، کھوکھلا پن، نادانی اور تاریکی نظر آتی ہے... جو کچھ دعویٰ کرنے والے نے لکھا ہے، یہ نہایت ہی بے ارزش، بے ارزش، بے ارزش اور انتہائی کم قیمت، کم قیمت، کم قیمت ہے...، اور وہ تمہارے گمان سے بھی زیادہ بے ارزش اور کم قیمت ہے... دعویٰ کرنے والے کا فکری پستی، عقل کی کمزوری، نفسانی انحراف .... آخر تک)

یقیناً یہ انداز اور وہ الفاظ جو صرخی نے لکھے ہیں، اخلاق سے بہت دور ہیں، اور جو کوئی بھی تھوڑی سی بھی شرافت رکھتا ہو، وہ ایسے الفاظ سے خود کو دور رکھتا ہے، چہ جائیکہ کوئی ایسا شخص جو دعویٰ کرے کہ وہ علمی جواب لکھ رہا ہے۔ بخدا، صرخی نے مجھے عمرو بن عاص کی یاد دلا دی، جب اُس نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنی برہنگی ظاہر کر دی تھی۔

اور لاحول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔ یہی فرق ہمارے اور اس کے درمیان کافی ہے، کیونکہ ہر برتن وہی کچھ باہر نکالتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔

صرخی نے اپنے سینے میں بھرا ہوا حسد اپنے ان سابقہ کلمات کے ذریعے ظاہر کیا، اور یوں اپنے حسد کے ساتھ اس دعوت یمانیہ مبارکہ کے حق ہونے پر ایک اور دلیل فراہم کر دی۔ پھر ہم آلِ محمد (علیہم السلام) ہی وہ لوگ ہیں جن پر حسد کیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكاً عَظِيماً»[1] (کیا لوگ اُن

---

[1] - نسا، 54

(بر گزیدہ) افراد پر اس نعمت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمائی ہے؟ پس بے شک ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کی، اور انہیں عظیم بادشاہی بھی عطا کی)۔[1]

دوسرا: «صرخی» نے کتاب (اضاءات من دعوات المرسلین) سے درج ذیل عبارت نقل کی:

(جہاں تک مادی معجزے کا تعلق ہے، تو وہ اکیلا لوگوں کے ایمان لانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا، بلکہ اللہ ایسے خالص مادی ایمان کو پسند نہیں کرتا۔ اگر وہ قبول کرتا، تو فرعون کا ایمان بھی قبول کر لیتا، جب اس نے ایک ایسا قاہر (زبردست) مادی معجزہ دیکھا جو کسی تاویل کا محتاج نہیں تھا، اور وہ سمندر کا شق ہونا، اور اس نے ہر شق کو ایک عظیم پہاڑ کی مانند دیکھا، اور اپنے ہاتھ سے اسے چھوا، تب اس نے کہا: «آمَنْتُ ... » (ایمان لایا))[2] یہ عبارت قرآن کی ایک آیت پر تبصرہ ہے، نہ کہ اس کی مکمل تفسیر، میں آیت کی تفسیر کے مقام پر نہیں تھا، بلکہ میں نے اسے صرف اس بات پر بطورِ دلیل پیش کیا تھا کہ جب معجزہ قاہر اور غیر قابلِ تاویل ہو، تب بھی اللہ ایمان کو قبول نہیں کرتا۔

اور میری بات بالکل واضح ہے، اور سورۂ یونس کی آیت کے بارے میں اس سے اور کوئی مطلب نہیں لیا جا سکتا، سوائے اس کے: اور فرعون نے- جیسا کہ قرآن میں آیا ہے- "امنتُ: ایمان لایا" کہا، اُس وقت جب اُس نے سمندر کے پانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے ہاتھ سے چھوا، جو کہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند تھا، اور اللہ نے فرعون کا یہ ایمان قبول نہیں کیا؛ کیونکہ وہ ایمان اُسے ایک قاہرہ (زبردست) معجزے کے دباؤ میں لا کر قبول کروایا گیا تھا، جو کسی تاویل یا وضاحت کا محتاج نہ تھا۔

لیکن صرخی نے قاری کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ میں نے کہا ہے کہ فرعون نے محض معجزہ دیکھ کر ایمان لایا، حالانکہ اُس کے نقل کردہ میرے کلام میں جو کتاب (الاضاءات من دعوات المرسلین)

---

[1] - کلینی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حمد بن محمد سے، وہ محمد بن ابی عمیر سے، وہ سیف بن عمیرہ سے، وہ ابو صباح کنانی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: امام ابو عبداللہ (علیہ السلام) نے فرمایا: «ہم وہ قوم ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری طاعت فرض کی گئی ہے، ہمارے لیے انفال ہیں، اور ہمارے لیے مال کا خالص اور بہترین حصہ ہے (جیسے مالِ غنیمت یا انفال)، اور ہم علم میں راسخ ہیں، اور ہم وہ لوگ ہیں جن پر حسد کیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: (کیا لوگ اُن (بر گزیدہ) افراد پر اس نعمت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمائی ہے؟» (الکافی، ج1، ص186).

[2] - الاضاءات من دعوات المرسلین، ج2، حصہ 2، ص 24.

سے ہے، یہ بات بالکل واضح ہے کہ میں نے کہا: «اور اُس نے ہر ایک شق کو پہاڑ کی مانند دیکھا، اور اُسے اپنے ہاتھ سے چھوا»

اور صرخی نے یہ دھوکہ دینے کی بھی کوشش کی کہ میں نے کہا ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے پیچھے نہیں گیا، یہاں تک کہ صرخی کی باقی تمام باتیں، جو نہ صرف صداقت سے کوسوں دور ہیں بلکہ علمی انداز سے پیش کرنے سے بھی عاری ہیں۔

تیسرا: صرخی نے کہا: (چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہم اور سنگین ہے، اور چونکہ مطلب کو واضح کرنا اور اُسے مستحکم کرنا ضروری ہے، اس لیے کوئی حرج نہیں کہ اس قرآنی، الٰہی، یقینی اور قطعی حقیقت کو واضح، نمایاں اور مؤکد کیا جائے، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ فرعون نے «آمنت» کا تلفظ اور اقرار اُس وقت نہیں کیا جب سمندر پھٹا۔ بلکہ اُس کا «آمنت» کہنا سمندر کا پھٹنے کا معجزہ کے نتیجے میں نہیں تھا؛ یعنی سمندر کا پھٹنے کا معجزہ وہ سبب، وہ محرک، وہ پناہ گاہ اور وہ مجبوری نہیں تھی جس کی بنا پر فرعون نے کہا ہو: آمنت (میں نے ایمان لایا....) ختم ہوا۔

اس کلام میں دو امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

1- یہ مسئلہ کہ فرعون کا ایمان صرف سمندر کے پھٹنے کے معجزے کو دیکھ کر آیا، یہ بات صرخی کے نقل کردہ میرے کلام سے واضح ہے کہ میں نے ایسا نہیں کہا، الا یہ کہ حسد نے صرخی کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو اور اُسے عبارت (ولمسه بيده؛ اور اُسے اپنے ہاتھ سے چھوا) پڑھنے سے روک دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «أَمْ يَحْسُدُونَ النّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكاً عَظِيماً»[1] (بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی).

2- اسی طرح صرخی نے یہ بھی کہا: فرعون کا "آمنت" کہنا سمندر کا پھٹنے کا معجزہ کے نتیجے میں نہیں تھا، اور نہ ہی اس معجزۂ الٰہی نے فرعون کو اس پر مجبور کیا کہ وہ کہے: "آمنت"۔

---

[1] نسا: 54.

اور صرخی نے یہ سمجھا کہ فرعون کو "آمنت" کہنے پر آمادہ کرنے والا سبب، غرق (ڈوبنے کا ادراک) تھا۔ حالانکہ صرخی (إدرکہ الغرق؛ اس نے ڈوبنے کا ادراک کیا) اور (الغرق؛ ڈوب گیا) کے درمیان فرق کو نہیں سمجھتا۔ اگر وہ ان دونوں کے درمیان فرق کو سمجھتا ہوتا، تو جان لیتا کہ "ایمانِ فرعون" کو "إدراک الغرق" پر موقوف قرار دینا، اس بات کا مطلب رکھتا ہے کہ فرعون کا ایمان سمندر کا پھٹنے کا معجزہ کی وجہ سے تھا یعنی اس وقت جب اُس نے پانی کے دو پہاڑوں کو اپنے اور اپنی فوج کے ارد گرد چھوا، اور قطعاً جان لیا کہ سمندر کا پھٹ جانا ایک حقیقی واقعہ ہے اور جیسا کہ وہ پہلے موسیٰ (علیہ السلام) پر الزام لگایا کرتا تھا یہ سحر نھیں ہے.

اور "إدراک الغرق" (ڈوبنے کا ادراک اور سمجھنا) اور "الغرق" (ڈوب جانا) کے درمیان فرق یہ ہے:

فرعون کے لیے "ادراکِ غرق" کا مطلب یہ ہے کہ وہ غرق (ڈوبنے) کے قریب پہنچ چکا تھا اور وہ اس سے جاملا تھا، یعنی غرق کا واقعہ اس کے قریب آچکا تھا لیکن ابھی واقع نہیں ہوا تھا، جبکہ "غرق" کا مطلب یہ ہے کہ ڈوبنے کا واقعہ واقع ہو چکا ہو۔ تو کیا اب تم سمجھ گئے ہو، اے صرخی، کہ فرعون جب تک اس نے کہا "میں ایمان لایا"، اس وقت تک غرق کا واقعہ واقع نہیں ہوا تھا؟ پس ایمان لانے کا سبب صرف وہی معجزہ (دریا کا پھٹ جانا) باقی رہتا ہے جسے اس نے اپنے ہاتھ سے چھوا اور یقین کر لیا کہ یہ معجزہ ہے ـــ اسی بنا پر اس نے کہا: (آمنت : میں ایمان لایا).

اسی طرح ایک اور بات جو واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ صرخی (إدرکہ الغرق؛ اس نے ڈوبنے کا ادراک کیا) اور (الغرق؛ ڈوب گیا) کے درمیان فرق نہیں کر پاتا، یہ ہے کہ اُس نے یہ سمجھا کہ فرعون کا ایمان لانا خود غرق ہونے (ڈوبنے) کے واقعے کے نتیجے میں تھا، جیسا کہ صرخی نے کہا: «بلکہ جس چیز نے اُسے 'میں ایمان لایا' کہنے پر مجبور کیا، وہ غرق، غرق کا ادراک، اور موت کی علامات و نشانیوں کا ظاہر ہونا تھا؟»

اور یہ ہیں صرخی کے سوالات اور اُن کے جوابات:

(کیا فرعون غرق ہونے سے پہلے ایمان لایا، یا غرق کو سمجھنے اور ادراک کرنے سے پہلے؟

اور کیا فرعون نے "ایمان لایا" کا تلفظ غرق ہونے سے پہلے کیا، یا غرق کو سمجھنے اور ادراک کرنے سے پہلے؟

کیا فرعون غرق ہونے سے پہلے ایمان لایا... اور "ایمان لایا" کا تلفظ غرق ہونے کے بعد کیا؟

... بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی، ظلم اور زیادتی پر قائم تھا یہاں تک کہ اس نے ڈوبنے کا ادراک کیا، اور وہ اسی حال پر باقی رہا، یہاں تک کہ اُس نے کہا "میں ایمان لایا" (اس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس کا قول "ایمان لایا" غرق کے ادراک کے بعد یا غرق کے ادراک کے آغاز کے بعد واقع ہوا)۔

... بلکہ وہ چیز جس نے فرعون کو 'میں ایمان لایا' کہنے پر مجبور کیا، وہ غرق ہونا، غرق کا ادراک، اور موت کی نشانیاں وعلامتیں تھیں۔

تو صرخی کی باتوں کو جو شخص بھی پڑھے، اس پر بالکل واضح ہے کہ وہ "غرق" اور "ادراکِ غرق" میں فرق نہیں کرتا۔

اگر وہ ان دونوں میں فرق کرتا، تو جان لیتا کہ ادراکِ غرق اُس وقت حاصل ہوا جب فرعون اور اس کا لشکر اس سمندر کے فرش پر اُترے، جس سے پانی پیچھے ہٹ کر دو پہاڑوں کی مانند کھڑا ہو گیا تھا، اور یہ سب کچھ فرعون کے "ایمان لایا" کے قول سے پہلے پیش آیا تھا۔

رہی بات غرق ہونے کی، تو وہ فرعون کے "آمنت" کہنے کے بعد واقع ہوا، یعنی: فرعون کا "میں ایمان لایا" کہنا، ادراکِ غرق کے بعد اور اصل غرق ہونے سے پہلے پیش آیا۔

چوتھا: صرخی نے کہا:

(... اے عقل مند قاری، اے منصف انسان، اے متوازن فطرت رکھنے والے شخص، غور کرو! دیکھو کہ مدعی نے فرعون کے "آمنت" کہنے کو کس طرح سمندر کا پھٹنے، اور فرعون کے اس معجزے کو دیکھنے اور ہاتھ سے چھونے پر بنیاد بنایا ہے... اور اس معجزے کو اس نے ایسی معجزہ قرار دیتا ہے جو کہ قاہرہ (انسان کو مجبور و مغلوب کر دے) اور ناقابلِ تاویل ہے۔ حالانکہ یہ قرآنی آیات اور ان کے مفاہیم کو سمجھنے کا ایک ایسا انداز ہے جو یقینی الٰہی حقیقت کے خلاف ہے جسے ہم نے ثابت کیا ہے۔ اس طرح یہ مدعی عقل،

عقلمندوں، عرف اور اہلِ عرف، متوازن انسان، انسانیت، اور خود قرآن اور اس کی ضروری آیات و معانی کے بھی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا ہے...) ختم ہوا.

یعنی: صرخی کا ماننا ہے کہ فرعون کے لیے سمندر کا پھٹنے کا معجزہ، حالانکہ اُس نے اسے دیکھا اور پانی کے دو پہاڑوں کو اپنے ہاتھ سے چھوا، ایسا (قاہرہ) معجزہ نہیں تھا جو اسے مغلوب و مجبور کر دے، بلکہ وہ اس کی تاویل کر سکتا تھا۔

اور میں قاری پر چھوڑتا ہوں کہ وہ صرخی سے وہ سوال کرے جس کا صرخی کے پاس کبھی کوئی جواب نہیں ہوگا، اور وہ یہ ہے: فرعون کے لیے سمندر کا پھٹنے کا معجزہ کی تاویل کس طرح ممکن ہے، جب وہ (معجزہ) آنکھوں کے سامنے موجود اثر بن چکا تھا (کوئی وہم یا تصور نہیں تھا)، کیونکہ فرعون نے اسے اپنے ہاتھ سے چھو لیا تھا، یا جب وہ سمندر کے خشک ہو چکے فرش پر اترا اور وہ پانی کے دو پہاڑوں کے درمیان آ گیا، جب کہ وہ ایسی زمین پر چل رہا تھا جہاں سے پانی سمٹ کر اُس کے دائیں اور بائیں طرف پہاڑوں کی صورت میں ظاہر ہو چکا تھا۔ ؟؟!!

پانچواں: یہ ہے کہ جس چیز کو صرخی نے تحقیق یا کتاب قرار دیا ہے — جیسا کہ اس کے ترجمان نے میڈیا میں اسے احمد الحسن کے خلاف تنقید اور رد کے طور پر پیش کیا — وہ درحقیقت صرف وہی چند سطور ہیں جو "رابعاً" میں گزر چکی ہیں، جنہیں صرخی نے وہم میں آ کر ردّیہ سمجھ لیا۔ اگر وہ یہ جانتا کہ کس طرح لمبی اور تھکا دینے والی باتیں اور بد تمیزانہ گفتگو سے پرہیز کیا جاتا ہے، تو اس آیتِ قرآنی پر جو "الاضاءات من دعوات المرسلین" میں بطورِ شاہد ذکر ہوئی، اپنا موہوم اشکال ایک ہی سطر میں سمیٹ دیتا۔ تو کیا یہ باطل سطر "احمد الحسن" پر ردّ کرنے والی کتاب کہلائے گی؟ مگر کوئی بات نہیں، آخرکار تم معاویہ اور ابنِ العاص کی ڈھولوں کے وارث ہو، اور پرانے زمانے سے کہا جاتا ہے: اگر شرم نہیں آتی تو جو چاہو کرو۔

بہر حال، صرخی اور ان جیسے بہت سے افراد جنہوں نے اس سے پہلے یہ تفسیر کی تھی، انہوں نے آیتِ قرآنیہ کا غلط تفسیر کیا ہے، اور میں ان کی تفسیر اور فہم اور استنباط میں ہونے والی غلطی کو واضح کروں گا؛ جہاں میں قرآن کی آیت کی تفسیر کے ذریعے اور تفسیر میں غلط فہمیوں کو بیان کر کے اور ان کا جواب دے کر ان کی غلطی کو واضح کروں گا.

سورہ یونس کی آیت کی تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «وَجَاوَزْنَا بِبَنِى إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْياً وَعَدْواً حَتّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنّهُ لا إِلَهَ إِلّا الّذِى آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ»[1] (اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزارا، پھر فرعون اور اس کے لشکروں نے بغض اور زیادتی کی حالت میں ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا، تو کہا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں)

فرعون کا ایمان کب تھا؟ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں آیا «آمَنْتُ أَنّهُ لا إِلَهَ إِلّا الّذِى آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ» (میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں)

اور اس سوال کا جواب دینے کے لیے چند احتمالات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1- یہ ہو سکتا ہے کہ فرعون کا ایمان اس وقت آیا جب اس نے خود سمندر کا پھٹنے کا معجزہ کو دیکھا۔

2- یہ ہو سکتا ہے کہ فرعون کا ایمان اس وقت آیا جب وہ بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پر آیا، لیکن پانی اس پر نہ گرا تھا اور وہ غرق نہیں ہوا تھا۔

3- یہ ہو سکتا ہے کہ فرعون کا ایمان اس وقت آیا جب پانی نے اس پر حملہ کیا اور وہ غرق ہو گیا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ یقینی طور پر مر جائے، اور یہ امکان وہی ہے جسے صرخی نے ایک قرآنی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا، صرخی نے کہا: «بلکہ جس چیز نے اسے آمنت کہنے پر مجبور کیا وہ غرق ہونا تھا...».

اب ہم ان تینوں احتمالات کو علم کے تنقیدی جائزے کے تحت، جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیش کردہ کلام اور انسان کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے فزیکی حقیقت پر مبنی ہے، پیش کریں گے اور ترتیب میں پہلے احتمال کا جائزہ لیں گے، پھر تیسرے کا، اور پھر دوسرے احتمال پر واپس آئیں گے۔

پہلا احتمال: فرعون کا ایمان لانا دریا کے پھٹنے کو دیکھنے کے وقت۔

---

[1] - یونس: 90.

یہ احتمال درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: «وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرائيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْياً وَعَدْواً حَتّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ ......» (اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزارا، پھر فرعون اور اس کے لشکروں نے بغض اور زیادتی کی حالت میں ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا، تو کہا: میں ایمان لایا ...) لہٰذا فرعون نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا، اس کا مطلب ہے کہ اس نے صرف دریا کے پھٹنے کو نہیں دیکھا بلکہ اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ دریا کے تہہ میں اُترے اور بنی اسرائیل کا پیچھا کرے «فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ». (فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا)

تیسرا احتمال: یہ کہ فرعون کا ایمان لانا اس وقت ہوا جب پانی اس پر آ پڑا اور وہ اس میں غرق ہو گیا، لیکن یقینی طور پر مرنے سے پہلے۔

اور یہ احتمال — جس کی صحت کا صرخی نے گمان کیا ہے — صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اس مادی دنیا میں انسان کا بولنا یعنی الفاظ کا تلفّظ، اور یہ گفتار اُس واسطے کے بغیر ممکن نہیں جس میں الفاظ ادا کیے جا سکیں، اور یہ واسطہ ہوا ہے۔ اور فرعون پر پانی کے اچانک گرنے سے، الفاظ کے تلفظ کا یہ واسطہ یعنی ہوا ختم ہو جاتا ہے اور وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہتا۔

جیسا کہ اس بات پر بھی توجہ ضروری ہے کہ فرعون کو گھیرنے والا پانی دو پہاڑوں کی مانند تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ»[1] (پس ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو، پس سمندر پھٹ گیا اور ہر حصہ عظیم پہاڑ کی طرح بن گیا) اور اب تم تصور کرو کہ جب یہ دو عظیم پہاڑ مکمل طور پر گر پڑیں تو وہ چند میٹر چوڑائی میں، جو اونچائی میں انسان کے زیادہ سے زیادہ قد کے برابر ہو، کتنی جلدی بھر جائیں گے۔ جو کوئی فزکس پڑھ چکا ہو، وہ جانتا ہے کہ پانی کا دباؤ پانی کے ایک پہاڑ کی بنیاد پر بے حد شدید ہوتا ہے، لہٰذا جب دو پہاڑ پانی گر پڑیں تو فرعون اور اس کے لشکر پر پانی کے گرنے اور اُنہیں ڈھانپنے کے لیے نہ چند منٹ درکار ہوتے ہیں

---

[1] - شعرا: 63.

اور نہ ہی چند سیکنڈ، بلکہ یہ واقعہ ایک لمحے کے انتہائی قلیل حصے سے بھی تجاوز نہیں کرتا، جو کسی شخص کے لیے چند حروف ادا کرنے کے لیے بھی کافی نہیں؛ تو پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے ایک سے زیادہ جملے ادا کیے ہوں؟! جیسے: «قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلّا الّذِی آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرائیلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِینَ» (میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں).

اور اسی طرح فرعون کی حالت کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے، جو اپنے سپاہیوں کی طرح اُس وقت جب پانی اُس پر ٹوٹ پڑا، لوہے کی زرہ پہنے ہوئے اور بھاری ہو چکا تھا؛ کیونکہ وہ سب بنی اسرائیل سے جنگ کے لیے نکلے تھے۔ لہٰذا اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پانی میں تیرتا یا سطح پر آتا ہوتا کہ اسے کوئی بات کہنے کا موقع ملتا، کیونکہ لوہا اسے اس سے روکتا تھا اور چونکہ وہ لوہے سے بھاری ہو چکا تھا، اس کی ہلاکت کے بعد اُس کی لاش پانی سے باہر نکلنا اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے، کیونکہ عام طور پر لوہا اُسے سمندر کی تہہ میں روکے رکھتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «فَالْیَوْمَ نُنَجّیکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُونَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَةً وَإِنّ کَثِیراً مِنَ النّاسِ عَنْ آیَاتِنَا لَغَافِلُونَ»[1] (آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں).

لہٰذا، کوئی بھی عاقل یہ تصور نہیں کر سکتا کہ فرعون جب دونوں پانی کے پہاڑ گرے اور پانی نے اسے ڈھانپ لیا، اُس وقت یہ کہہ سکا ہو «قَالَ آمَنْتُ أَنّهُ لا إِلَهَ إِلّا الّذِی آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرائیلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِینَ» (میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں).

اور اس احتمال کے غلط ہونے پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: "جب وہ غرق ہوا تو کہا: میں ایمان لایا"، بلکہ فرمایا «حَتّی إِذَا أَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ» (یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا، تو کہا: میں ایمان لایا) یعنی غرق ہونا اُس کے بہت قریب تھا، اس سے چمٹا

---

[1] - یونس: 92.

ہوا تھا، لیکن وہ ابھی مکمل طور پر غرق نہیں ہوا تھا اور جب فرعون نے پانی کے پہاڑ کو چھوا، تب اُسے یقین ہو گیا کہ غرق ہونا یقینی ہے، اور یہ لمس اس وقت پیش آیا جب وہ سمندر کی تہہ میں ایک ایسی زمین پر چل رہا تھا جس کے دونوں طرف پانی کے دو پہاڑ اُسے گھیرے ہوئے تھے.

اور (إدركه الغرق؛ اس نے ڈوبنے کا ادراک کیا) اور (الغرق؛ ڈوب گیا) کے درمیان فرق کو زیادہ واضح کرنے کے لیے اس آیت کی طرف توجہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «فَلَمّا تَراءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَى إِنّا لَمُدْرَكُونَ»[1] (جب دونوں گروہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: یقیناً ہم پکڑے گئے)

وہ اس بات کی تاکید کر رہے تھے کہ فرعون اور اس کے لشکریوں نے انہیں آ گھیرا ہے (إِنّا لَمُدْرَكُونَ = ہم یقیناً پکڑے گئے ہیں)، حالانکہ فرعون اور اس کے لشکریوں صرف ان کے قریب آ گئے تھے اس حد تک کہ دونوں گروہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے، لیکن ابھی ان پر حملہ نہیں کیا تھا۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ فرعون کا ایمان اس وقت ہوا جب وہ بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے کے لیے سمندر کے تہہ میں اترا، لیکن اس سے پہلے کہ پانی اچانک اس پر گر جائے اور وہ اس میں غرق ہو جائے۔

اور یہی صحیح ہے، کیونکہ فرعون اور اس کی فوج سمندر کے تہہ میں اترے اور بنی اسرائیل کا پیچھا کیا، لیکن بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ پانی کی سطح پر ضرب لگائے، جس سے کچھ پانی فرعون اور اس کی فوج پر گرا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ دو بڑے پہاڑوں کے درمیان چل رہا ہے جنہیں کسی بھی وقت اس پر گرنا ممکن تھا، اور اس نے اپنے ہاتھ سے دونوں پہاڑوں کو چھوا، جس سے اس کے لیے اپنی ہلاکت اور اپنی فوج کی ہلاکت کے آثار ظاہر ہوئے کیونکہ اس نے جانا کہ یہ معجزہ قاہرہ (غالب) ہے، اور اسے جادو یا کسی اور چیز کے طور پر تأویل نہیں کیا جا سکتا۔ تب اس نے کہا: «قَالَ آمَنْتُ أَنّهُ لا إِلَهَ إِلّا الّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ» (میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں)

---

[1] - شعرا: 61.

اور ایمان کے درجات ہیں؛ پہلا درجہ ہے تصدیق، اور فرعون کا یہ قول تصدیق ہے جسے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عظیم کتاب (قرآن کریم) میں ذکر کیا ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرنے کے بعد اپنی اس بات کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی: «آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ»[1] (اب ایمان لایا ہو؟ حالانکہ تم نے پہلے نافرمانی کی اور فساد کرنے والوں میں سے تھا).

یعنی: اب ایمان لا رہا ہے جب کہ ایک معجزۂ قاہرہ نے تجھے مجبور کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے تُو ایمان لانے سے انکار کرتا رہا «وَقَدْ عَصَيْتَ» (حالانکہ تُو اس سے پہلے، نافرمانی کرتا رہا تھا) اور یہ بات ہر انسان سادگی سے سمجھ سکتا ہے کہ فرعون نے "ایمان لایا" کیوں کہا، اگر وہ اللہ سے دنیا و آخرت میں نجات کی امید نہیں رکھتا تھا؟ یا کم از کم، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، صرف دنیاوی لحاظ سے، یعنی خاص طور پر ڈوبنے سے بچنے کے لیے؟ اور وہ کس طرح اللہ سے اپنی نجات کی امید رکھتا ہے جب کہ وہ اللہ کے وجود ہی پر ایمان نہیں رکھتا؟

فرعون کا ایمان (تصدیق) کسی صورت میں انکار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ کئی روایات میں اماموں نے اس کے ایمان (تصدیق) کی گواہی دی ہے جو اس کے لیے فائدہ مند نہیں ہوا۔ وسائل الشیعہ میں موسیٰ بن جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: «...کیا تم اللہ کا یہ قول نہیں سنتے «حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا الَّذِی آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ» (یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا، تو کہا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں) اللہ نے اس کا ایمان قبول نہیں کیا اور فرمایا: آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (اب ایمان لائے ہو؟ حالانکہ تم نے پہلے نافرمانی کی اور فساد کرنے والوں میں سے تھے).[2]

---

[1] - یونس: 91.

[2] - وسایل الشیعہ (آل البیت): ج 16 ص 90.

یہاں تک کہ خداوند سبحان و متعال نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو فرعون (جس پر خدا کی لعنت ہو) کی طرف بھیجنے کی ابتدا میں بھی اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ فرعون نصیحت حاصل کرے گا اور خوف محسوس کرے گا (اگرچہ یہ نصیحت حاصل کرنا اور اللہ سے ڈرنا اس کے لیے فائدہ مند نہ ہوئی؛ کیونکہ یہ ایک قاہر (غالب) معجزے کی وجہ سے تھا جس نے اسے ایمان (تصدیق) لانے پر مجبور کر دیا تھا).

محمد بن عمارة نے اپنے والد سے اور وہ سفیان بن سعید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے سنا، اور اللہ کی قسم وہ سچے تھے جیسے کہ ان کا نام تھا،....... سفیان کہتے ہیں: "میں نے امام (علیہ السلام) سے کہا: 'یا ابن رسول اللہ! کیا یہ جائز ہے کہ اللہ عزوجل ایسی چیز کے بارے میں جو واقع نہیں ہوگی، اپنے بندوں کو بے فائدہ امید دلائے؟ امام (علیہ السلام) نے فرمایا: 'نہیں'۔ میں نے کہا: تو پھر اللہ عزوجل نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) سے کیسے فرمایا: «لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى»[1] (شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے) حالانکہ اللہ جانتا تھا کہ فرعون نہ تو نصیحت قبول کرے گا اور نہ ڈرے گا؟' امام (علیہ السلام) نے فرمایا: «فرعون نے نصیحت قبول کی اور ڈرا، لیکن جب وہ عذاب کو دیکھ رہا تھا، جہاں ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ تھا، کیا تم اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: «حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ» (یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا، تو کہا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں) اللہ نے اس کا ایمان قبول نھیں کیا اور فرمایا: «آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً» (اب ایمان لایا ہو؟ حالانکہ تم نے پہلے نافرمانی کی اور فساد کرنے والوں میں سے تھا آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے)، یعنی ہم تجھے زمین کے بلند مقام پر ڈال دیں گے تاکہ تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے نشانی اور عبرت بنے).[2]

---

[1] - طہ: 44.

[2] - معانی الأخبار: ص385.

اور وہ عذاب اور سختی جو فرعون نے دیکھی، جیسا کہ امام کاظم (علیہ السلام) نے فرمایا: (یہ بات اس طرح نہیں ہے کہ (عذاب) فرعون پر واقع ہو چکا تھا کہ فرعون کہے میں ایمان لایا..... عذاب اس وقت فرعون پر واقع نہیں ہوا تھا) وہ معجزہ قاہرہ تھا جس نے اسے ایمان لانے پر مجبور کر دیا، اور وہ دو پہاڑ جیسے پانی کے ستون تھے جو اسے گھیرے ہوئے تھے، جنہیں فرعون نے اس وقت محسوس کیا جب اس نے درک کیا (سمجھ لیا) کہ اس کا ہلاک ہونا ان کے گرنے سے ہوگا «حَتّی إِذا أَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قالَ آمَنْتُ» (یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا)

اگر یہ قاہر معجزہ نہ ہوتا جسے فرعون نے اپنے ہاتھ سے محسوس کیا اور جو اسے ایمان لانے پر مجبور کر دیا، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرعون کا ایمان قبول کرتا اور اس سے عذاب دور کر کے اسے دریا سے سلامت نکال لیتا، یا کم از کم اس کا ایمان ہی قبول کر لیتا، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان سے اس کی زندگی کے آخری لمحے تک توبہ قبول کرتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی باتیں سنی تھیں اور موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ملاقات کی تھی اور جو کچھ موسیٰ اللہ کی طرف سے لائے تھے اسے قبول کیا تھا؛ اس لیے فرعون کا شر، اس وقت کے فرعونوں اور طاغوتوں سے کہیں کم تھا، جن پر اللہ کی لعنت ہو اور جنہیں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل اور رسوا کرے۔

«وَقالَ مُوسی یا فِرْعَوْنُ إِنِّی رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعالَمینَ ۝ حَقیقٌ عَلی أَنْ لا أَقُولَ عَلَی اللّهِ إِلاَّ الْحَقَّ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَةٍ مِنْ رَبِّکُمْ فَأَرْسِلْ مَعِیَ بَنی إِسْرائیلَ ۝ قالَ إِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِآیَةٍ فَأْتِ بِها إِنْ کُنْتَ مِنَ الصّادِقینَ ۝ فَأَلْقی عَصاهُ فَإِذا هِیَ ثُعْبانٌ مُبینٌ ۝ وَ نَزَعَ یَدَهُ فَإِذا هِیَ بَیْضاءُ لِلنّاظِرینَ ۝ قالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هذا لَساحِرٌ عَلیمٌ ۝ یُریدُ أَنْ یُخْرِجَکُمْ مِنْ أَرْضِکُمْ فَما ذا تَأْمُرُونَ ۝ قالُوا أَرْجِهْ وَ أَخاهُ وَ أَرْسِلْ فِی الْمَدائِنِ حاشِرینَ ۝ یَأْتُوکَ بِکُلِّ ساحِرٍ عَلیمٍ».

(اور موسیٰ نے کہا: اے فرعون! میں تمام جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا رسول ہوں* اس بات کا حق نہیں ہے کہ میں خدا کے بارے میں سچ کے سوا کچھ کہوں۔ میں تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانی لے کر آیا ہوں، پھر بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے* فرعون نے کہا: اگر تو کوئی نشانی لایا

ہے تو اسے دکھا، اگر تو سچ بولنے والوں میں سے ہے * موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکا، اور فوراً وہ ایک حقیقی سانپ بن گیا * اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا، تو وہ ان لوگوں کے سامنے سفید اور چمکتا ہوا دکھائی دیا قومِ فرعون کے سردار کہنے لگے: بیشک یہ (آدمی) تو بڑے علم والا جادوگر ہے * وہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دینا چاہتا ہے۔ تم اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہو؟ * انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو روک رکھو، اور شہروں میں لوگوں کو بھیج دو تاکہ وہ تمام علم والے جادوگروں کو تمہارے پاس لے آئیں)

اور توبہ اور ایمان کے قبول نہ ہونے اور اللہ کے ولی کی ولایت اور اس کے حجت کے اعتراف کی طرف واپس لوٹنا جب ایک ایسی قاہر معجزہ واقع ہو جو کسی تفسیر یا توجیہہ کی گنجائش نہ چھوڑے، جیسے کہ دنیاوی عذاب اور گرفتاری، یہ ایک ایسی بات ہے جو قرآن میں ذکر کی گئی ہے، یہ صرف فرعون کے ایمان لانے اور اس کے ایمان کو قبول نہ ہونے کے حوالے سے نہیں آیا، بلکہ اس کا ذکر دیگر مقامات پر بھی آیا ہے، اور یہ ان میں سے ایک مثال ہے:

«هَلْ يَنْظُرُونَ إِلّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلائكَةُ أَوْ يَأْتِىَ رَبُّکَ أَوْ يَأْتِىَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّکَ يَوْمَ يَأْتِى بَعْضُ آيَاتِ رَبِّکَ لا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِى إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنّا مُنْتَظِرُونَ»[1]

(کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آئیں؟ یا تمہارا رب آئے؟ یا تمہارے رب کی کچھ نشانیوں میں سے کچھ ان کے پاس آ جائے؟ جس دن تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں گی، اس دن ایمان لانا کسی کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہیں لایا ہو یا اپنے ایمان میں کچھ بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ کہہ دو: تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں)

«قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لا يَنْفَعُ الّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلا هُمْ يُنْظَرُونَ»[2] (کہہ دو: فتح و کامیابی کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کے لیے فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی)

---

[1] ۔ انعام: 158.

[2] ۔ سجدہ: 29.

«فَلَمّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنّا بِاللهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنّا بِهِ مُشْرِكِينَ ❋ فَلَمْ يَکُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنّتَ اللهِ الّتِی قَدْ خَلَتْ فِی عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِکَ الْكَافِرُونَ»[1] (اور جب انہوں نے ہمارے عذاب کی شدت دیکھی تو کہا: ہم نے صرف ایک اللہ پر ایمان لایا اور جن چیزوں کو ہم اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہوئے۔ لیکن جب انہوں نے ہمارے عذاب کی شدت دیکھ لی تو ان کا ایمان ان کے لیے کوئی فائدہ نہ دیا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں جاری ہوئی ہے، اور وہاں کافر خسارے میں پڑ گئے)

سوال یہ ہے: کیوں «لا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِی إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنّا مُنْتَظِرُونَ»[2] (اس دن ایمان لانا کسی کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہیں لایا ہو یا اپنے ایمان میں کچھ بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ کہہ دو: تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں) حالانکہ اللہ توبہ کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ روایات میں آیا ہے، یہاں تک کہ انسان موت کے قریب پہنچ جائے؟

حضرت ابو عبداللہ (علیہ السلام) نے فرمایا: «مَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ قَبِلَ اللهُ تَوْبَتَهُ ثُمّ قَالَ: إِنّ السّنَةَ لَكَثِيرٌ مَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ قَبِلَ اللهُ تَوْبَتَهُ ثُمّ قَالَ: إِنّ الشّهْرَ لَكَثِيرٌ ثُمّ قَالَ: مَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِجُمْعَةٍ قَبِلَ اللهُ تَوْبَتَهُ ثُمّ قَالَ: وَإِنّ الْجُمْعَةَ لَكَثِيرٌ مَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِيَوْمٍ قَبِلَ اللهُ تَوْبَتَهُ ثُمّ قَالَ: إِنّ يَوْماً لَكَثِيرٌ مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ يُعَايِنَ قَبِلَ اللهُ تَوْبَتَهُ»[3]

امام صادق (علیہ السلام) نے فرمایا: «جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے گا، اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، پھر فرمایا: بے شک ایک سال کافی زیادہ (مدت) ہے، جو شخص اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے گا، اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، پھر فرمایا: بے شک ایک مہینہ کافی زیادہ (مدت) ہے، پھر فرمایا: جو شخص اپنی موت سے ایک ہفتہ پہلے توبہ کرے گا، اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا، پھر فرمایا: بے شک ایک ہفتہ کافی زیادہ (مدت) ہے، پھر فرمایا: جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے توبہ کرے گا، اللہ اس کی

---

[1] - غافر: 84و85.

[2] - انعام: 158.

[3] - کافی: ج2 ص440؛ وسایل الشیعة (آل البیت): ج16 ص87.

توبہ قبول کرے گا، پھر فرمایا: بے شک ایک دن کافی زیادہ (مدت) ہے، پھر فرمایا: جو کوئی موت کو دیکھنے سے پہلے توبہ کرے گا، اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا».

معاویہ بن وہب سے ایک روایت میں ہے: (ایک بوڑھا مرد مخالفین میں سے تھا۔ جب اُس کی موت کا وقت آیا، تو اُس کے بھتیجے نے اُسے ولایت (اہل بیت (علیہم السلام)) کی دعوت دی، اور اُس نے اُسے قبول کر لیا اور جان کنی کی حالت میں اس (ولایت) کا اقرار کیا، پھر انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہم امام ابو عبد اللہ (امام صادق (علیہ السلام)) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علی بن سَرّی نے یہ واقعہ امام (علیہ السلام) کے سامنے بیان کیا۔ تو امام (علیہ السلام) نے فرمایا: «وہ جنت والوں میں سے ایک شخص ہے» علی بن سَرّی نے عرض کیا: اس نے اس لمحے کے علاوہ ولایت کے بارے میں کچھ نہیں جانا! امام صادق (علیہ السلام) نے فرمایا: «تم اُس سے اور کیا توقع رکھتے ہو؟ خدا کی قسم! وہ جنت میں داخل ہو گیا»[1].

صدوق (رحمہ اللہ) نے کہا: اور امام صادق (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا گیا: «وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ» (ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جو برے اعمال کرتے رہتے ہیں، اور جب ان میں سے کسی کی موت آ جاتی ہے تو کہتا ہے: "اب میں نے توبہ کی ہے). تو آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: «یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ آخرت کے امر (یعنی اس کے احوال و نتائج) کو آنکھوں سے دیکھ لے»[2].

اس پچھلے سوال کا جواب خود اسی آیتِ مبارکہ میں واضح طور پر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: «.... يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ»[3] (جس دن تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں گی، اس دن ایمان لانا کسی کے لیے فائدہ مند نہیں ہو گا جو پہلے ایمان نہیں لایا ہو یا اپنے ایمان میں کچھ بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ کہہ دو: تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں)

---

[1] - کافی: ج2 ص440؛ وسایل الشیعہ (آل البیت): ج16 ص 87.

[2] - من لایحضرہ الفقیہ: ج1 ص133، وسائل الشیعۃ (آل البیت): ج16 ص89

[3] - انعام: 158.

پس سوال یہ ہے کہ وہ کون سا وقت ہے جب «لايَنْفَعُ نَفْساً إِيمانُها لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمانِها خَيْراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنّا مُنْتَظِرُونَ» (اس دن ایمان لانا کسی کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہیں لایا ہو یا اپنے ایمان میں کچھ بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ کہہ دو: تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں)

توجواب ہے: «يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ» (جس دن تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں گی)

پھر اب معاملہ بالکل واضح ہے کہ جب اللہ کی بعض نشانیاں، یعنی بعض معجزات ظاہر ہو جائیں، تو اس وقت ایمان نفع نہیں دیتا، اور درحقیقت وہ (ایمان) قبول بھی نہیں کیا جاتا؛ کیونکہ وہ (ایمان) مجبوری اور زبردستی کے تحت ہوتا ہے، اور صرف ظاہر شدہ حقیقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوتا ہے، نہ کہ حقیقی ایمان، اسلام اور دل سے تسلیم کرنا؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نشانیاں ایسے معجزات ہوتے ہیں جو زبردست اور قاہر (غالب) ہوتے ہیں، اور ان کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ لیکن جہاں تک دیگر معجزات اور نشانیوں کا تعلق ہے، تو ان کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان قبول کیا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ غیب پر ایمان لانے کی گنجائش باقی رکھتے ہیں۔ جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کا عصا (لاٹھی) اور ان کا روشن ہاتھ — تاویل کرنے والوں نے ان کی تاویل کی۔ حالانکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے جادوگروں پر غلبہ پایا، لیکن پھر بھی (کافروں نے) کہا: «قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ»[1] (اور انہوں نے کہا: یہ دونوں (نشانیان) دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا: ہم ان سب کا انکار کرتے ہیں) اور فرعون نے کہا: «إِنّهُ لَكَبِيرُكُمُ الّذِي عَلّمَكُمُ السّحْرَ»[2] (بے شک یہ تمہارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمہیں جادوگری سکھائی ہے) تو اس طرح، معجزہ ظاہر ہونے کے باوجود بھی غیب پر ایمان لانے کی گنجائش باقی رہی۔

جب فرعون نے ایمان لایا جبکہ وہ پانی کے دو پہاڑوں کے درمیان تھا، تو وہاں غیب پر ایمان لانے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی، بلکہ یہ سو فیصد مادی تصدیق (ایمان) تھا؛ کیونکہ وہ ایک قاہرہ (زبردست، غالب)

---

[1] - قصص: 48.

[2] - طہٰ: 71؛ شعراء: 49.

قدرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا جس نے سمندر کو دو حصوں میں چیر دیا تھا، اور اُس نے صرف اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تا کہ کہا جائے کہ یہ جادو ہے، بلکہ وہ سمندر کے اندر اترا اور پانی کے پہاڑوں کو اپنے ہاتھ سے چھوا، پھر اس حال میں جب وہ ان سب چیزوں کو جان چکا اور ان کا مشاہدہ کر چکا، اس معجزے کی اس کے لیے کوئی تاویل ممکن نہ تھی۔ وہ سمندر کے بیچ میں حیرت زدہ رکا، اور نجات کے لیے سوائے ایمان اور تصدیق کے کوئی راستہ نہ پایا، لیکن فرعون کا ایمان قبول نہ ہوا؛ کیونکہ وہ سو فیصد مادی تصدیق تھی، اور اللہ صرف غیب پر ایمان کو قبول کرتا ہے۔

«الّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصّلاةَ وَمِمّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ»[1] (وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے، اس میں سے انفاق کرتے ہیں).

«الّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السّاعَةِ مُشْفِقُونَ»[2] (وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے غیب میں (ظاہری طور پر دیکھے بغیر، دل کے یقین سے) ڈرتے ہیں اور قیامت کے دن سے خوف رکھتے ہیں).

«إِنّمَا تُنْذِرُ الّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبّهُمْ بِالْغَيْبِ»[3] (آپ صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے پروردگار سے غیب میں ڈرتے ہیں).

«إِنّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتّبَعَ الذّكْرَ وَخَشِيَ الرّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ»[4] (آپ صرف اُس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو قرآن کی پیروی کرتا ہو اور رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرے ایسے شخص کو بخشش اور عزت کے انعام کی خوشخبری دے دو).

«مَنْ خَشِيَ الرّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ»[5] (وہ لوگ جو غیب میں (بغیر دیکھے) اللہ رحمان سے ڈرتے ہیں اور دل سے توبہ کرتے ہوئے آتے ہیں).

---

[1] - بقرہ: 3.

[2] - انبیا: 49.

[3] - فاطر: 18.

[4] - یس: 11.

[5] - ق: 33.

«لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ»[1] (ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازُو بھی نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں، اور لوہا بھی اتارا جس میں سخت طاقت اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں، تاکہ اللہ جان لے کہ کون ہے جو غیب میں اُسے اور اس کے رسولوں کو مدد فراہم کرتا ہے۔ یقیناً اللہ قوت والا اور غالب ہے).

«إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ»[2] (جو لوگ بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے).

اور مزید فائدہ حاصل کرنے کے لیے، میں یہ چند سطور نقل کرتا ہوں جو اس بندۂ فقیر نے، جو اپنے پروردگار کی رحمت کا محتاج ہے، کتاب (جہاد جنت کا دروازہ) میں معجزے کے مشتبہ اور پوشیدہ ہونے کے بارے میں لکھی ہیں:

(... لیکن میں صرف جزوی اور سرسری طور پر اُن معجزات کے بارے میں گفتگو کروں گا جن کے ذریعے انبیا کی تائید ہوئی، اس کی اہمیت اور اس وجہ سے کہ لوگ اس بارے میں غافل ہیں اور وہ ہے: معجزے کے بارے میں (لُبس) شبہے اور غلط فہمی کا مسئلہ، اور اس کا مقصد۔

لوگ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات میں سے ایک لاٹھی تھی جو سانپ میں بدل گئی، اور یہ اُس زمانے میں تھا جب جادو عام تھا، اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات میں سے مریضوں کو شفا دینا تھا، جو ایسے زمانے میں تھا جب طب (طبابت) رائج تھی، اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم) کا معجزہ قرآن تھا، ایسے زمانے میں جب فصاحت و بلاغت کا زور تھا۔

اور یہاں وہ لوگ جو حقیقت سے ناواقف ہیں، معجزے کی اُس چیز سے مشابہت کی علت جو اُس زمانے میں رائج تھی، یوں بیان کرتا ہے کہ معجزے کا مقصد صرف جادوگروں، طبیبوں اور فصیح و بلیغ لوگوں پر

---

[1] - حدید: 25.

[2] - ملک: 12.

غلبہ پانا ہے تاکہ ان کی عاجزی اور ناتوانی کو ثابت کیا جائے لیکن وہ حقیقت جو لوگوں سے چھپی ہوئی ہے، باوجود اس کے کہ قرآن میں ذکر ہوئی ہے، یہ ہے کہ مادی معجزہ ایسے اسلوب میں اس لیے آیا تاکہ اُن لوگوں پر اشتباہ (شبہ) پیدا ہو جو صرف مادّہ کو جانتے ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مادی ایمان پر راضی نہیں ہوتا، بلکہ ایمان غیب پر مبنی ہونا چاہیے

«الّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصّلَاةَ وَمِمّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ»[1] (وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے، اس میں سے انفاق کرتے ہیں).

«إِنّمَا تُنذِرُ مَنِ اتّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ»[2] (آپ صرف اُس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو قرآن کی پیروی کرتا ہو اور رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرے ایسے شخص کو بخشش اور عزت کے انعام کی خوشخبری دے دو).

«مَنْ خَشِيَ الرّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ»[3] (وہ لوگ جو غیب میں (بغیر دیکھے) اللہ رحمان سے ڈرتے ہیں اور دل سے توبہ کرتے ہوئے آتے ہیں).

«لَقَدْ أَرسَلنا رُسُلَنا بِالبَيِّناتِ وَأَنزَلنا مَعَهُمُ الكِتابَ وَالميزانَ لِيَقومَ النّاسُ بِالقِسطِ وَأَنزَلنَا الحَديدَ فيهِ بَأسٌ شَديدٌ وَمَنافِعُ لِلنّاسِ وَلِيَعلَمَ اللهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالغَيبِ إِنّ اللهَ قَوِيٌّ عَزيزٌ»[4] (ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو بھی نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں، اور لوہا بھی اتارا جس میں سخت طاقت اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں، تاکہ اللہ جان لے کہ کون ہے جو غیب میں اُسے اور اس کے رسولوں کو مدد فراہم کرتا ہے۔ یقیناً اللہ قوت والا اور غالب ہے).

---

[1] -بقرہ: 3.

[2] -یس: 11.

[3] -ق: 33.

[4] -حدید: 25.

جو چیز مطلوب ہے اور جسے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ چاہتا ہے، وہ غیب پر ایمان ہے، اور وہ معجزہ جو اللہ سبحانہٗ بھیجتا ہے، ایسا ہونا چاہیے کہ غیب پر ایمان لانے کے لیے کچھ گنجائش باقی رکھے، اور اسی وجہ سے اُس میں کچھ اشتباہ (پوشیدگی) پائی جاتی ہے، اور اسی لیے اکثر اوقات معجزہ اُس چیز سے مشابہت رکھتا ہے جو اُس کے نازل ہونے کے زمانے میں رائج تھی «وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ»[1] (اور اگر ہم (اس پیغمبر کو) فرشتوں میں سے بھی چنتے، تو بھی اسے ایک مرد کی صورت میں بھیجتے، اور ان پر وہی خلط و شبہ ڈال دیتے جواب کر رہے ہیں).

اسی وجہ سے مادّہ پرست لوگ، اور وہ جو مادّہ کے سوا کچھ نہیں جانتے، اس مشابہت کو اپنی گمراہی اور انکار کا بہانہ بنا لیتے ہیں «فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ»[2] (پھر جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق آیا، کہنے لگے: اسے وہ کچھ کیوں نہیں دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا یہ لوگ پہلے ہی اُس چیز کا انکار نہیں کر چکے جو موسیٰ کو دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: یہ دونوں دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، ہم ان میں سے کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے).

تشابہ اور مشابہت اُن کے لیے ایک بہانہ تھی تاکہ یوں کہیں: «قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا؛ یہ دونوں دو جادو ہیں» و«إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ؛ ہم ان میں سے کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے)

اور امیر المؤمنین (علیہ السلام) ایک منافق کی توصیف میں فرماتے ہیں: (... جعل الشبهات عاذراً لسقطاته) (....تاکہ شبہات کو اپنی گمراہی اور زوال کا عذر بنا لے).[3]

---

[1] انعام: 9.

[2] قصص: 48.

[3] مغیرۃ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) عمار بن یاسر سے فرماتے ہیں: «دعه يا عمار فإنه لم يأخذ من الدين إلاّ ما قاربه من الدنيا، وعلى عمد لبس على نفسه ليجعل الشبهات عاذراً لسقطاته» (اے عمار! اسے چھوڑ دو، کیونکہ اس نے دین سے صرف اتنا ہی لیا ہے جو اسے دنیا کے قریب کرتا ہے، اور اس نے جان بوجھ کر معاملے کو خود پر مشتبہ بنا لیا ہے تاکہ اپنی لغزشوں کے لیے شبہات کو عذر بنا سکے). (نہج البلاغہ، شرح محمد عبدہ، جلد 4، صفحہ 95)

لیکن اگر معجزہ قاہرہ اور غالب ہو، اور اس میں کوئی مشابہت یا شبہ باقی نہ رہے، تو پھر غیب پر ایمان لانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، اور اس کا نتیجہ ایسا ایمان ہوتا ہے جو زبردستی اور جبر سے حاصل ہو، جو حقیقت میں ایمان نہیں ہوتا، اور اس میں اسلام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک مجبوری کی تسلیم ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اور نہ ہی وہ اسے قبول کرتا ہے. «وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ»[1] (اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزارا، پھر فرعون اور اس کے لشکروں نے بغض اور زیادتی کی حالت میں ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو درک کیا، تو کہا: میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں بھی تسلیم ہونے والوں میں سے ہوں).

فرعون ایمان لاتا ہے اور مسلمان ہوتا ہے، یا کم از کم تسلیم ہوتا ہے، لیکن موت سے پہلے، مگر اللہ تعالیٰ اس ایمان سے راضی نہیں ہے اور نہ ہی اس ایمان و اسلام کو قبول کرتا ہے، اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اسے اس طرح جواب دیتا ہے: «آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ»[2] (اب ایمان لایا ہو؟ حالانکہ تم نے پہلے نافرمانی کی اور فساد کرنے والوں میں سے تھا)

یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان جو معجزی قاہرہ کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، ان لوگوں کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رکھتا جو صرف اس مادی دنیا کو جانتے ہیں تاکہ وہ اسے تاویل کریں یا ان پر ایمان لانے والوں پر شبہات ڈالیں، اور اس طرح وہ ایمان جو اللہ تعالیٰ غیب پر اور غیب کے ذریعے چاہتا ہے، اُس کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اس لیے ایسا ایمان قبول نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ ایمان، مجبوراً اور قہر کے تحت ہوتا ہے، اور یہ حقیقی ایمان نہیں کہلاتا۔

«هَلْ يَنْظُرُونَ إِلاّ أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آياتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آياتِ رَبِّكَ لا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمانُها لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمانِها خَيْراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنّا

---

[1] یونس: 90.

[2] یونس: 91.

مُنْتَظِرُونَ»[1] (کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آئیں؟ یا تمہارا رب آئے؟ یا تمہارے رب کی کچھ نشانیوں میں سے کچھ ان کے پاس آ جائے؟ جس دن تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آئیں گی، اس دن ایمان لانا کسی کے لیے فائدہ مند نہیں ہو گا جو پہلے ایمان نہیں لا یا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ بھلائی حاصل نہیں کی تھی۔ کہہ دو: تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں) «قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ»[2] (کہہ دو: فتح و کامیابی کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کے لیے فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی)

اگر اللہ چاہتا کہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرے تو وہ اپنے انبیاء کے ساتھ ایسی معجزات بھیجتا جن میں کسی کو یہ کہنے کا کوئی موقع نہ ملتا کہ «قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا» (یہ دو (نشانیان) جادو ہیں) یا «أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ»[3] (یہ پریشان خواب ہیں، یا ایک جھوٹ ہے جو وہ باندھتا ہے، یا ایک شاعر ہے۔ پس وہ ہمارے لیے ویسا ہی کوئی معجزہ لے آئے جیسا کہ پہلے نبیوں کو دیا گیا تھا).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ»[4] (اگر تیرا پروردگار چاہے، تو زمین پر جتنے لوگ ہیں سب ایمان لے آئیں؛ تو کیا تُو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ ایمان لے آئیں؟)

اور فرمایا: «وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ»[5] اگر ان کا منہ موڑنا تم پر سخت گزر رہا ہے، تو اگر تمہاری طاقت میں ہو تم زمین میں کوئی سوراخ تلاش کر لو یا آسمان میں

---

[1]- انعام: 158.

[2]- سجدہ: 29.

[3]- انبیا: 5.

[4]- یونس: 99.

[5]- انعام: 35.

سیڑھی لگاؤ تاکہ ان کے لیے کوئی معجزہ لے کر آ سکو؟ اگر اللہ چاہے، تو انہیں ہدایت دے دیتا؛ لہٰذا تم جاہلوں میں سے نہ ہو).[1]

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے غیب پر ایمان کو پسند کیا اور ایمان کو کے ساتھ، اور غیب کے ذریعے ہی ممکن بنایا، اور مادی ایمان کو پسند نہیں کیا، اور نہ ہی اسے مادّے کے ساتھ یا مادّے کے ذریعے قرار دیا تاکہ زندہ دلوں اور تیز بصیرت والے لوگوں کو اندھے دلوں اور مہر شدہ دلوں سے ممتاز کیا جا سکے....).

والحمد للہ رب العالمین.

اور میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہر اُس شخص کو ہدایت دے جو یہ چند کلمات پڑھتا ہے، تاکہ وہ حق کو پہچانے اور اس کی مدد کرے؛ بے شک وہی میرا مددگار ہے اور نیکوکاروں کا سرپرست ہے۔

اِحمد الحسن

محرم 1429ھ- . ق

---

[1] - الجہاد باب الجنتہ: ص 47، دوسری اشاعت